۲۷؍ اپریل ۱۹۰۶ء

خطبہ جمعہ

تشہد، تعوذ اور تسمیہ کے بعد آپ نے سورۃ آل عمران کی حسب ذیل آیات تلاوت فرمائیں۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَایُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ۔ ذُرِّیَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَ لَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی وَ اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَ اِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِیَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ (ال عمران:۳۲تا۳۸)۔

اے سامعین! قرآن مجید ایک ایسی زندہ کتاب ہے کہ اس کے برکات اور فیوض قیامت تک باقی رہیں گے اس لئے اس کی نسبت فرمایا گیا ہے اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر:۱۰)۔ اور اس کی مثال اس طرح پر فرمائی گئی ہے ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصۡلُہَا ثَابِتٌ وَّ فَرۡعُہَا فِی السَّمَآءِ تُؤۡتِیۡۤ اُکُلَہَا کُلَّ حِیۡنٍۭ بِاِذۡنِ رَبِّہَا (ابراھیم:۲۵)۔ پس سراسر جھوٹے ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ دروازہ مکالمات الٰہیہ والہامات ربانیہ کا امت محمدیہ پر بند کیا گیا ہے۔ خواہ آیات قرآن مجید کی الہام ہوں یا دوسری عبارات ہوں' ہرگز یہ دروازہ بند نہیں ہوا۔ وَ لِلّٰہِ الۡحَمۡدُ۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ قرآن مجید زندہ کتاب ہے' دین اسلام زندہ مذہب ہے' نبی کریم زندہ نبی ہیں اور جو قصص قرآن مجید میں بیان فرمائے گئے ہیں ان کے نظائر و امثال آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے وقت میں بھی موجود ہوئے اور قیامت تک ان کے نظائر اسلامی دنیا میں واقع ہوتے رہیں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کسی کو اتباع اپنے حبیب سے اپنا محبوب بنا لیتا ہے۔ کسی کو آدم صفت' نوح صفت' ابراہیم صفت اور انبیائے آل ابراہیم کی صفت' آل عمران یعنی مریم اور عیسیٰ کی صفت کر دیتا ہے اور کسی کو مثیل زکریا گردانتا ہے حتیٰ کہ جَرِیُّ اللّٰہِ فِیۡ حُلَلِ الۡاَنۡبِیَاءِ کا لقب عطا فرما دیتا ہے۔ اور یہ سب امور قرآن مجید کے احکام کی فرمانبرداری اور اتباع کامل نبی کریم سے حاصل ہوتے ہیں۔ وَ نِعۡمَ مَا قِیۡلَ ؎

بر کسے چوں مہربانی میکنی
از زمینی آسمانی میکنی

لیکن بغیر اتباع کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡکٰفِرِیۡنَ (آل عمران:۳۳)

واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے وقت یہود بڑے بڑے دعاوی کرتے تھے حتیٰ کہ کہتے تھے کہ نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰہِ وَ اَحِبَّآؤُہٗ (المائدۃ:۱۹)۔ ان کے حق میں یہ آیت زیر تفسیر نازل ہوئی ہے کہ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ و سلم! ان یہودیوں سے تم کہہ دو کہ اگر اللہ تعالیٰ کی محبت کا تم دعویٰ کرتے ہو تو تم میری پیروی کرو کہ اللہ بھی تم کو اپنا دوست کر لیوے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دیوے گا کیونکہ اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

فائدہ:۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے بندۂ متبع کے ساتھ یہ ہے کہ جو منافع دین و دنیا کے اس بندہ کے لئے ضروری ہوں یا اس کے لئے جو فوائد دارین کے مناسب ہوں ان کو پہنچاتا رہے اور جو لوگ اس کی اتباع میں حارج ہو کر طرح طرح کے ضرر پہنچانا چاہتے ہیں خود انہیں کو معرض مضار اور مورد ذلت اور

رسوائی کا کر دیوے۔ چنانچہ جن صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کا پورا اتباع کیا ان کے مخالفین ذلیل و رسوا ہو کر ہلاک اور تباہ ہو گئے اور متبعین کاملین حسب الحکم آیت مذکورہ دین اور دنیا کے مالک کہلائے گئے۔ چونکہ آیت ہذا میں جو پیشین گوئی مندرج ہے وہ پورے طور پر واقع ہوئی لہٰذا یہ آیت ایک نشان نبوت کا ہو گئی۔ اور یہی آیت حضرت مسیح موعود کو الہام ہوئی تھی جس کو مدت تخمیناً چوبیس سال کی ہو گئی ہے۔ دیکھو اُس وقت کو اور اس وقت کو کیسی کیسی نصرتیں اس کے شامل حال ہوئی ہیں اور ہوتی ہیں اور مخالف اس کے کیسے کیسے ذلیل و خوار ہوتے جاتے ہیں۔ ایک طرف تو نظارہ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (ال عمران:۳۲) کا نظر آ رہا ہے اور دوسری طرف فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ (ال عمران:۳۳) کا نظارہ موجود ہے۔

رحمت اللہ ایں عمل را در وفا
لعنت اللہ آں عمل را در قفا

بعض منافقین نے اس حکم تاکیدی اتباع پر یہ شبہ پیدا کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم تو اپنی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت قرار دیتے ہیں اور اپنی محبت کو اللہ تعالیٰ کی محبت کہتے ہیں۔ اس سے تو لازم آتا ہے کہ جس طرح نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا قرار دے رکھا ہے یہ بھی اپنے تئیں اِلٰہ قرار دینا چاہتے ہیں۔ جواب یہ دیا گیا کہ اطاعت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ مگر اس کی اطاعت کیونکر ہو سکتی ہے؟ اس کا طریق یہ ہے کہ کوئی ایسا واسطہ موجود ہو کہ ایک لحاظ سے ہم جیسا بشر ہو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کو ایسا قرب حاصل ہو کہ رسالت اس کے احکام کی کر سکے جس کو دوسرے لفظوں میں رسول کہتے ہیں۔ تو اس لئے ارشاد ہوتا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ میری متابعت بحیثیت رسول ہونے کے تم پر واجب ہے' نہ اس حیثیت سے جس طرح نصاریٰ حضرت عیسیٰ کی نسبت کہتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میں رسول ہوں۔ اس لئے واسطے اطاعت اللہ تعالیٰ کے میرا اتباع تم پر لازم ہے۔ اگر اس فہمائش اور ہدایت کو بھی نہ مانیں اور روگردانی کریں جو موجب کفر ہے تو بے شک اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔ چنانچہ اس عدم محبت کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام مکذبین اور کافرین آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے وقت میں ہی یا تو تباہ اور ہلاک ہو گئے یا جن کی قسمت میں تھا اسلام میں داخل ہو گئے۔ علیٰ ہذا القیاس هَلُمَّ جَرًّا۔ مسیح موعود کے زمانہ تک کہ بحکم حدیث صحیح مسلم لَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ اَنْ يَّجِدَ رِيْحَ نَفَسِهٖ اِلَّا مَاتَ کے اس کے مکذبین اور مکفرین بھی رسوا اور تباہ ہو گئے اور ہو رہے ہیں۔ پس بلحاظ اس کے کہ یہ

پیشین گوئی لطیف مندرجہ آیت پوری ہوئی ' اب آگے اہل کتاب کا وہ استبعاد رفع کیا جاتا ہے جو ان کو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارہ میں تھا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام جہان کے لوگوں پر آدمؑ اور نوحؑ اور خاندان ابراہیم اور خاندان عمران کو چن لیا ہے۔ کیونکہ یہ سب اولاد آدم کی ہیں کہ بعض ان کے بعض کی نسل سے ہیں اور اللہ ہی سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

فائدہ۔ مراد یہ ہے کہ یہ امر تمہارے نزدیک مسلمات سے ہے کہ حضرت آدمؑ جس طرح پر ابوالبشر ہیں اسی طرح ابوالانبیاء بھی ہیں۔ یعنی نور اصطفا کا اولاً ان میں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور چونکہ لائق اولاد اپنے باپ کی وارث ہوتی ہے اس لئے ضروری ہوا کہ نور نبوت کا ان کی اولاد لائق کو بھی پہنچے۔ چنانچہ ایسا ہی کچھ ہوا کہ آدم کی اولاد میں شیثؑ سے لے کر حضرت ادریسؑ تک وہ نور نبوت منتقل ہوتا لائق اولاد میں چلا آیا۔ اور اصطفا سے ہم نے نور نبوت اس لئے مراد لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنِّی اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِی (الاعراف:۱۴۵)۔ یا حضرت ابراہیمؑ اور اسحاقؑ و یعقوبؑ کے بارہ میں فرماتا ہے وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ (ص:۴۸)۔ پس مراد اصطفا سے وہی نور نبوت اور رسالت کا ہے جو آدم ثانی حضرت نوح کو بھی حاصل ہوا۔ حتیٰ کہ حضرت نوحؑ سے ابراہیم کو مرحمت ہوا۔ بعدہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں حضرت اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ کو ملا جو آل ابراہیمؑ سے ہیں۔ حضرت اسحاقؑ کی اولاد میں یعقوبؑ ہوئے یعنی اسرائیل جس کی اولاد میں کثرت سے انبیاء پیدا ہوئے اور حضرت عیصؑ بھی یعقوبؑ کی اولاد میں ہیں جن کی ذریت میں کثرت سے بادشاہ ہوئے۔ بالآخر چونکہ عہد عتیق میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ دونوں سے تورات میں وعدہ کیا تھا لہٰذا وہ وعدہ پورا ہوتا ہوا بنی اسرائیل میں چلا آیا حتیٰ کہ بالآخر بموجب وعدہائے تورات کے بنی اسمٰعیل میں سے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نور نبوت تامہ اور نیز خلافت عامہ کا مرحمت ہوا اور کیونکر نہ ہوتا کہ حضرت اسمٰعیلؑ بھی آل ابراہیم میں داخل ہیں اور آل ابراہیم کے لئے وعدہ ہو چکا ہے۔ پس اس دلیل سے جو مسلمہ اہل کتاب ہے لازم آیا کہ بنی اسمٰعیلؑ میں بھی وہ وعدہ اصطفا اس شان سے پورا ہووے کہ تدارک مافات کا کر دیوے۔ اور مافات یہ ہے کہ جس طرح سے من ابتدائے حضرت یعقوبؑ تا عیسیٰ کثرت سے انبیاء بنی اسرائیل میں ہوتے چلے آئے اور بنی اسمٰعیلؑ میں کوئی نبی اولوالعزم پیدا نہیں ہوا تو بنی اسمٰعیلؑ میں ایک ایسا نبی عظیم الشان سید المرسلین و خاتم النبیین پیدا ہووے جو سب انبیاء بنی اسرائیل پر فائق ہو جاوے۔ چنانچہ اس وعدہ کے پورا ہونے سے ان وعدوں مندرجہ تورات کی تصدیق ہو گئی جو بڑے زور و شور سے تورات میں اب تک موجود ہیں۔ یہ ایک بڑی حجت ہے آنحضرتؐ کی تصدیق نبوت

پر، جس کا جواب اہل کتاب سے ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ یُزَكِّیْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (البقرۃ:۱۳۰)

سوال۔ اصطفائے آل عمران کو آخر میں بیان کرنے کی بظاہر کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کیونکہ آل عمران یعنی حضرت عیسیٰؑ اور مریمؑ بنی اسرئیل میں سے ہیں جو آل ابراہیم میں داخل ہو چکے ہیں۔ پھر آل عمران کو مکرر آخر میں کیوں بیان کیا گیا؟

جواب۔ اس تکرار میں ایک سر یہ ہے کہ امت محمدیہ میں سے بھی آخر زمانہ میں ایک مثیل عیسیٰؑ اور نیز مثیل مریمؑ علم الٰہی میں پیدا ہونے والے تھے جس کو اللہ تعالیٰ نے بطور مثل کے مومنوں کے لئے سورہ تحریم میں اس طرح پر بیان فرمایا ہے۔

وَ مَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ (التحریم:۱۲،۱۳)۔ چنانچہ اس زمانہ آخری میں عیسیٰؑ اور مریمؑ کے نام سے ایک مجدد عظیم الشان پیدا ہوا۔ پس اس لئے آل عمران یعنی عیسیٰؑ اور مریم کو باوجود داخل ہونے کے بنی اسرائیل میں دوبارہ جو آل ابراہیم سے ہیں آخر میں ذکر فرمایا گیا۔ اور اسی لئے حضرت مریمؑ اور عیسیٰ کی نسبت فرمایا گیا ہے کہ وَ جَعَلْنٰهَا وَ ابْنَهَاۤ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (الانبیاء:۹۲)۔ اس آیت میں اگر تھوڑا غور کیا جاوے تو معلوم ہو گا کہ حضرت عیسیٰؑ اور مریمؑ نہ اپنے زمانہ میں اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ہوئے اور نہ بعد اپنے زمانہ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ہونا ان کا ظاہر ہوا، ہاں البتہ ان کا اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید میں نازل ہوا تھا۔ اس لئے کلام نبوت میں عیسیٰؑ موعود کے نزول کی پیشگوئی آخر زمانہ کے لئے بیان فرمائی گئی اور اس زمانہ آخری میں اپنے وقت پر ایک مجدد بنام عیسیٰؑ و مریمؑ پیدا ہوا جس کے سبب سے حضرت عیسیٰؑ اور مریمؑ کا نام نامی تمام عوالم میں روشن ہو گیا اور جو شرک اور بدعت حضرت عیسیٰؑ یا مریمؑ کے نام سے دنیا جہان میں پیدا ہو گیا تھا جس کے سبب ان کے آیت ہونے میں بھی شبہات پیدا ہوئے تھے اس عیسیٰ موعودؑ نے اس سب کا محو کر دینا چاہا ہے تاکہ عیسیٰؑ و مریمؑ جو بندگان مقبول الٰہی میں سے تھے اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ہو جاویں۔ پس یہ سر تھا آل عمران کو آخر میں مکرر ذکر فرمانے کا۔ وَ هٰذَا مَا اَلْهَمَنِیْ رَبِّیْ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اور یہی معنی ہیں اس شعر کے جو کہا گیا ہے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

مطلب یہ ہے کہ ایک مرد کامل امت محمدیہ کے طفیل سے حضرت عیسیٰ کا نام دنیا جہان میں روشن ہو گیا ورنہ اہل کتاب نے جو یہود و نصاریٰ "بدنام کنندہ نکونامے چند" ہیں' بسبب اپنے کفر و شرک کے اور اپنی بداعمالیوں کے سبب حضرت عیسیٰ کا نام تو میٹنا ہی چاہا تھا بلکہ میٹ چکے تھے مگر ایک غلام احمد نے ان کے نام کو دنیا جہان میں روشن کر دیا۔ پس ایک فرد کامل امت محمدیہ میں سے ان کے نام کے ساتھ مبعوث ہوا اور اس سے امت محمدیہ کو کوئی فخر حاصل نہیں ہوا بلکہ حضرت عیسیٰ کو اس بعثت مسیح موعود سے فخر حاصل ہوا ہے۔ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (ال عمران:۱۱۱)۔ اسی لئے آگے اس کے حضرت مریمؑ کی ولادت اور دیگر قصص متعلق اس کے بیان فرمائے جاتے ہیں اور تاکیداً ارشاد ہوتا ہے کہ ان قصوں کو یاد کرتے رہو ایسا نہ ہو کہ بھول جاؤ کہ عمران کی زوجہ نے کہا کہ اے میرے پروردگار! میرے پیٹ میں جو بچہ ہے تیری نذر کیا۔ دنیا کے کاموں سے آزاد کیا گیا۔

پس اے پروردگار میرے! تو میری طرف سے یہ نذر قبول فرما۔ بے شک تو ہے سب کچھ سنتا۔ سب کی نیتوں کو جانتا ہے۔

فائدہ:۔ بنی اسرائیل میں یہ دستور تھا کہ ماں باپ اپنے بعض لڑکوں کو اپنی خدمتوں سے آزاد کر کر اللہ تعالیٰ کی نذر کر دیتے تھے اور تمام عمر دنیا کے کاموں میں نہیں لگایا کرتے تھے۔ ہمیشہ مسجد میں عبادت کے لئے یا مسجد کی خدمت کرنے کے لئے اور دینیات کے درس کرنے کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔ عمران کی زوجہ حنا کو جب حمل ہوا تو اس نے حالت حمل ہی میں واسطے خالص رضامندی اللہ تعالیٰ کے اول ہی سے یہ نذر کر لی تھی تاکہ مادرزاد ولی پیدا ہو مگر حالت حمل سے ہی شریعت اسلام میں یہ دستور تو نہیں ہے۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ خود کسی شخص کو برگزیدہ کر کر خالص خدمت دین ہی کے لئے چن لیتا ہے اور اس کی فطرت اور جبلت ہی ایسی پیدا کرتا ہے کہ دنیا کے کاموں کی طرف اس کو رغبت ہی نہیں ہوتی جیسا کہ کلام نبوت میں وارد ہوا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَاْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا (سنن ابوداود کتاب الملاحم والفتن) اور یہی مراد ہے مولانا روم کے اس شعر سے

اولیاء را کار عقبیٰ اختیار
اشقیاء را کار دنیا اختیار
انبیاء در کار دنیا جبر یند
اشقیاء در کار عقبیٰ جبر یند

حضرت مریم کی والدہ نے حالت حمل ہی میں یہ نذر کر کر یہ دعا کی کہ فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۔ اس میں سر یہ تھا کہ ان کی تمنا دلی یہ تھی کہ وہ بچہ پیٹ ہی میں اللہ تعالیٰ کا مقبول اور محبوب ہو جاوے جس کو عرف میں مادر زاد ولی کہتے ہیں۔ اسی لئے انہوں نے دو صفتوں سمیع و علیم کا بیان کیا کہ جس اخلاص سے میں نے تیری جناب میں یہ دعا کی ہے تیرے سوا اور کوئی اس کا سننے والا نہیں اور جو میری تمنائے دلی ہے اس کا علیم و خبیر تیرے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ یہ قصہ حضرت مریم کی والدہ کے نذر کرنے کا اس لئے یاد دلایا گیا کہ وہاں تو حضرت حنا کی دعا سے مریم کو پیدا کیا تھا اور امت محمدیہ میں حسب الحکم آیت سورہ تحریم کے ہم خود ایک ایسا غلام احمد پیدا کریں گے کہ مریم صفت ہو کر دین محمدی کا ایسا خادم ہو گا کہ دنیا کے کاموں سے بالکل آزاد اور محرر ہو گا اور اللہ تعالیٰ کا محبوب اور مقبول ہو گا۔ اس لئے الہامات میں اس مسیح موعود کا نام مریم بھی آیا ہے۔ معنی مریم کے کتب لغات میں خادم کے ہی لکھے ہیں۔ یعنی خادم احمد یا غلام احمد' یہ دونوں جو قریب المعنی ہیں۔ اب فرمایا جاتا ہے کہ پس جبکہ جنا اس کو۔ کہا۔ اے رب میرے تحقیق میں نے جنا اس کو لڑکی اور اللہ کو بہتر معلوم ہے جو کچھ جنی۔ اور بیٹا نہیں ہے مانند اس بیٹی کے اور تحقیق میں نے نام رکھا اس کا مریم اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے۔

فائدہ:۔ حنا والدہ مریم کو یہ خیال تھا کہ میرے شکم میں لڑکا ہی ہے اور لڑکا ہی محرر کیا جاتا تھا جبکہ ان کے لڑکی پیدا ہوئی تو ان کو یہ خیال آیا کہ شاید میری نذر قبول نہ ہوئی کیونکہ لڑکی واسطے خدمت بیت المقدس کے یا دیگر خدمات دینیہ کے لئے محرر نہیں ہو سکتی۔ اس لئے جناب باری میں یہ عذر کیا یا بسبب حسرت کے یہ مقولہ کہا ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کی قدر و عزت خوب جانتا ہے اور لڑکا اس لڑکی کی برابری نہیں کر سکتا۔ تفسیر کبیر وغیرہ میں اس کی دو توجیہیں لکھی ہیں۔ اول تو یہ کہ تفضیل لڑکے کی لڑکی پر مراد الٰہی ہے۔ دوسرے یہ کہ تفضیل اس لڑکی کی لڑکے پر مقصود ہے۔ پس کلام الٰہی دونوں توجیہوں کو متحمل ہے۔ یہ کلام جو ذوالوجہین فرمایا گیا اس میں سر یہ ہے کہ امت محمدیہ میں جو خیر الامم ہے ایک مجدد عظیم الشان بنام مریم علم الٰہی میں مذکر آنیوالا تھا جو دین محمدی کو زندہ کرے گا۔ لہٰذا ایسا کلام ذوالوجہین فرمایا گیا کہ دونوں وجہوں پر صادق آسکے۔ ہاں اس قدر فرق ہے کہ وہاں تو والدہ مریم نے ہی لڑکی کا مریم نام رکھا تھا اور یہاں پر اللہ تعالیٰ نے خود بذریعہ الہام کے اس مجدد عظیم الشان کا نام مریم رکھا اور چونکہ یہ مجدد ایک لڑکی کے ساتھ توام پیدا ہوا اور وہ لڑکی توام انہیں ایام میں وفات پا گئی لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فعل سے بھی یہ شہادت دی کہ اب دین عیسوی باقی نہ رہے گا۔ (جس میں محض مادہ اناث ہے کیونکہ عیسیٰ صرف مریم کے مادہ ہی سے پیدا ہوئے تھے اور مرد کا اس میں

کچھ دخل نہیں تھا) بلکہ دین محمدی اس لڑکے سے زندہ کیا جاوے گا اور مادہ اناث فوت ہو جاوے گا۔ کیونکہ لَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثٰى (ال عمران:۳۷) اور یہی مراد ہے اس شعر سے جو حضرت اقدس نے فرمایا ہے کہ

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

لیکن ہاں چونکہ حضرت اقدس بنی اسرائیل میں سے ہیں لہٰذا دعا حضرت حنا کی اس لڑکی کے حق میں بھی ’جس کا نام خود اللہ تعالیٰ نے مریم رکھا ہے‘ قبول فرمائی گئی اور کیونکر قبول نہ فرمائی جاتی کہ یہاں پر تو خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہی نام اس کا مریم رکھا ہے۔ معنی مریم کے خادمہ کے ہیں یعنی خادمہ دین اور پھر دیکھو دوسری قدرت اللہ تعالیٰ کی کہ والدین سے جو اس کا نام اللہ تعالیٰ نے رکھوایا وہ بھی ہم معنی مریم کے رکھوایا یعنی غلام احمد قادیانی جس میں اس کے سن بعثت کی تاریخ کا پتہ بھی بتلا دیا گیا۔ اور پھر اس مریم اور اس مریم میں ایک اور فرق بین ہے۔ پہلی مریم تو خادمہ مسجد ہی تھیں اور یہ مریم جو غلام احمد ہے خادم دین اللہ الاسلام اور مجدد دین احمد علیہ السلام ہے۔ وَشَتَّانَ بَيْنَهُمَا وَلَنِعْمَ مَاقِيْلَ۔

حج زیارت کردن خانہ بود
حج رب البیت مردانہ بود

پہلی مریم تو صرف خانہ خدا کی خدمت کے لئے پیدا کی گئیں اس لئے وہ انثی رہی اور دوسرے مریم جو غلام احمد ہے دین اللہ کی خدمت اور تائید اسلام کے لئے مبعوث ہوئے اس لئے وہ مردانہ ہوئے۔ پہلی مریم نے مسجد اقصیٰ کی بنیاد نہیں ڈالی تھی بلکہ صرف خادمہ تھیں۔ لیکن غلام احمد نے قادیان میں مسجد اقصیٰ کی بنیاد قائم کی۔ پہلی مریم نے اپنی ذریت کے لئے مُخْلِصًا لِلّٰهِ دعا کی تھی تب قبول ہوئی تھی اور غلام احمد کی ذریت کے "انبات حسن" ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ نے خود الهاماً اس کو اطلاع دی۔ چنانچہ فرمایا جاتا ہے۔ "پس اس کے پروردگار نے مریم کو خوشی سے قبول فرمالیا اور اگایا اس کو اچھا اگانا" یعنی اس کی ذریت میں سے ایک فرزند کامل پیدا کیا۔

فائدہ:۔ یعنی وہاں پر حضرت عیسیٰ کو پیدا کیا اور یہاں پر نفخ روح کر کر خدا نے اسی مریم کی ذات کو عیسیٰ کر دیا وَجَعَلْنَاكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ اور پھر علاوہ اس پر اس کی اولاد میں سے ایک فرزند کامل مکمل

پیدا کیا جس کی نسبت الہامات تمام دنیا میں شائع ہو چکے ہیں۔

تنبیہہ:۔ جس طرح پر کہ اولاد صالح سے دنیا میں نام نیک مشہور ہوتا ہے اسی طرح پر سنت الٰہی یہ ہے کہ کسی کامل مکمل کے نام پر کسی زمانہ آخری میں کسی شخص کو اللہ تعالیٰ مبعوث فرماتا ہے تاکہ دوبارہ اس کو زندگی بخشے اور اس پہلے شخص کا نام دنیا میں نیک نامی کے ساتھ مشہور اور روشن ہو جاوے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک فرد کامل کو امت محمدیہ میں سے بنام مسیح و مریم اس آخر زمانہ میں مبعوث فرمایا تاکہ جس قدر شرک اور بدعات کفر جو ان کی طرف اقوام عیسائیاں یا دیگر اقوام منسوب کرتے ہیں ان سے ان کو تطہیر فرما دیا جاوے۔ کما قال اللہ تعالیٰ یٰاعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا وَجَاعِلُ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡكَ فَوۡقَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡۤا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیَامَةِ (ال عمران:۵۶)۔ اور یہی سر تھا اس آیت کے الہام ہونے کا جو مدت سے براہین احمدیہ میں شائع ہو چکا ہے۔ وَلَنِعۡمَ مَاقِیۡلَ۔

نام نیک رفتگان ضائع مکن
تا بماند نامِ نیکت یادگار

اور اب یہ الہام قرآنی ذیل کا بھی پورا ہو گیا کہ حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کی نسبت جو فرمایا گیا ہے وَجَعَلۡنٰهَا وَابۡنَهَاۤ اٰیَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (الانبیاء:۹۲)۔ سبحان اللہ! یہ کلام الٰہی کیسا صادق اور مصدوق ہوا ہے ورنہ کوئی مخالف ہی ہم کو بتا دے کہ حضرت عیسیٰؑ باوجود اس کے کہ مدتہائے دراز سے ان کے نام کے ساتھ تمام دنیا میں شرک کیا جا رہا ہے' وہ کیونکر تمام عالموں کے لئے آیت اللہ ہو سکتے ہیں۔

آگے فرمایا جاتا ہے کہ حضرت زکریا کو مریم کا خبر گیر اور تربیت کنندہ کر دیا۔ جب ان پر زکریا محراب میں داخل ہوتے پاتے ان کے پاس رزق۔ کہتے کہ اے مریم کہاں سے آیا تیرے پاس یہ رزق؟ تو مریم کہتیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آیا ہے۔ تحقیق اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہے بے حساب۔

فائدہ:۔ پس وہاں پر حضرت مریم حضرت زکریا کی کفالت میں کی گئیں۔ یہاں پر یہ مریم یعنی غلام احمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت تربیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کئے گئے۔

دگر استاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستان محمد

فَتَبَارَكَ مَنۡ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ۔ وہاں تو حسب روایات مفسرین کے غیر موسم کے میوہ جات ہی آتے تھے یہاں

پر علاوہ ان میوہ جات غیر موسمی کے میوہ جات غذائے روحانی اور ثمرات نورانی و فرقانی جن سے تمام حقائق اور معارف اسلام کے منکشف ہوتے چلے جاتے ہیں' متواتر آ رہے ہیں۔ وہاں تو اقلام احبار میں سے صرف زکریا کا قلم فائق رہنے سے حضرت مریم ہی حضرت زکریا کی کفالت میں کی گئی تھی کہ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ (ال عمران:۴۵)' اور یہاں پر اس کے اقلام کے ذریعہ سے وہ کلمات اللہ' جن کی نسبت وارد ہے کہ وَلَوْاَنَّ مَافِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ (لقمان:۲۸)۔ کل دنیا میں سات سمندروں پار تک پہنچائے جاتے ہیں کیونکہ ظہور القلم اس کے لئے حدیث میں موجود ہے۔ وہاں پر مریمؑ کے پاس اگر جسمانی رزق صرف مریمؑ کے لئے بے حساب آتا تھا یہاں پر علاوہ اس رزق جسمانی بے حساب کے رزق روحانی و قرآنی بے حساب تمام عالم کو پہنچایا جاتا ہے کہ يَاْتِيْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ وَ يَاْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ (براہین احمدیہ)۔ اب خلاصۃ المقال یہ ہے کہ اگر یہ مسیح موعود بنام عیسیٰؑ و باسم مریم اس آخر زمانہ میں مبعوث بنی اسرائیل میں سے نہ ہوتا تو اصطفا آل عمران کا جو بنی اسرائیل میں سے ہیں کل عالمین پر کیونکر ثابت ہوتا اور پھر اصطفا بنی اسمٰعیل کا جو آل ابراہیم سے ہیں اس وقت کل عالمین پر کیونکر واضح ہوتا۔ پس ثابت ہوا کہ اصطفا آل عمران کا حسب بیان مذکور مستلزم ہے اصطفا بنی اسمٰعیل و بنی اسرائیل کو۔ اور اصطفا دونوں کا مستلزم ہے اصطفا آل ابراہیم کا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ جملہ اصطفا مستلزم ہیں اصطفا محمد رسول اللہ' خاتم النبین' رحمۃ للعالمین کو۔ وھوالمدعا

کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر ز غلمان محمد

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

(الحکم جلد ۱۰ نمبر ۱۷--- ۱۷ر مئی ۱۹۰۶ء صفحہ ۸ تا ۱۰)

☆-☆-☆-☆